# ماحولیاتی و موسمیاتی تغیر کے اثرات اور ابلاغ عامہ کا کردار: کراچی کے ساحلی گوٹھوں کا ماحولیاتی تقابلی جائزہ

**ڈاکٹر ارم مظفر،**
انچارج، پاکستان اسٹڈی سینٹر،
جامعہ کراچی۔
erummuzaffarali@uok.edu.pk

**پروفیسر ڈاکٹر نصرت ادریس،**
ڈین ،فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز،
جامعہ کراچی۔
seemeen.111@gmail.com

**ڈاکٹر اسماء منظور،**
انچارج، سینٹر آف ایکسیلینس فار ویمنز اسٹڈیز،
جامعہ کراچی۔
asma.manzoor@uok.edu.pk

## Abstract

The growing population of Karachi has changed the character of the city to a great extent. Historically, this area consisted of a few thousand fishing families. Even today there are many Goths on the coast of Karachi whose livelihood is traditional fishing. The passing months and years have brought changes in the coastal communities, but the people living here have been able to maintain their traditions to a large extent. The changing social, economic and environmental factors of the city have added to the problems of the fishing families. The biggest threat is to traditional fishing. The purpose of this study is to examine the problems arising as a result of environmental changes and their impact on the fishing family. Massive increase in the population of Karachi city, water pollution, increasing role of various mafias in the city, climate change etc. are some of the reasons due to which traditional fishing activities have been adversely affected. In addition, the objectives of the current research include examining the role of mass media to find out to what extent mass media is playing an active role in informing the people because the effects of environmental changes and climate change are directly affecting the general public. They are set on people and especially on fishermen. For the past several decades, reports on climate change have been continuously issued by different meteorological

organizations at the global level and the current climate situation reinforces all these concerns that the main indicators of climate change in different parts of Pakistan are increasing. and explain the global trend of a steady rise in minimum temperatures. However, due to its high interannual variability and the country's (asteroid rain) rainfall pattern, the region has seen highly variable change patterns in the rainfall regime. Pakistan faces all kinds of hydrometeorological hazards, including rural flooding. , riverine floods, urban floods as well as agricultural and urban droughts. Hence the present research has attempted to cover all these elements.

***Key Words:*** *Environmental Change, Traditional Fishing, Natural Resources, Marine Pollution,*
*Climate Change, The Role of Mass Media*

## تعارف

شہر کراچی کی آبادی دو کروڑ سے زائد ہوچکی ہیں۔ آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ شہر کے مسائل میں بھی اضافہ ہوتا گیا ہے۔ کسی زمانے میں کراچی ایک مختصر سی آبادی پر مشتمل ماہی گیروں کی بستی تھی۔ رستم جی اپنی کتاب "کراچی-1839-1948" میں سیٹھ ناومَل کی یادداشتوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد1829- اے ڈی، میں پڑی اور اس وقت یہاں بیس سے پچیس جھونپڑیاں آباد تھیں (رستم، 2008)۔ وقت **گزرنے** کے ساتھ ساتھ اس شہر نے ترقی کے کئی منازل طے کرے اور موجودہ حالات میں یہ ایک بے ہنگم اور بے ترتیب شہر میں تبدیل ہوگیا ہے۔ ایک جانب شہری سہولیات بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت پوری کرنے میں ناکافی ہیں تو دوسری طرف امن وامان کی صورتحال اور شہری اور صوبائی اداروں کے درمیان محازآرائی نے اس شہر کے مسائل کو بڑھا دیا ہے۔ کراچی کا ساحل۷ ۲ کلومیٹر طویل ہے(عارف، 2015)۔ جبکہ کراچی کے ساحل پر کئی قدیم گوٹھ آباد ہیں۔ یہ آبادیاں صدیوں سے ماہی گیری کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ یہاں پر رہنے والوں کاذریعہ معاش ماہی گیری سے منسلک ہے۔ کراچی کے اصل باشندوں کے جانشین ان ہی لوگوں کو مانا جاتا ہے(فرحان، 2014)۔گوکہ گزرتے وقت کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں نے ان گوٹھوں پر بھی بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اپنی روایات کو کسی حد تک برقرار رکھنے میں کامیاب ہیں۔ شہر کے بدلتے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات نے ماہی گیر خاندانوں کے لیے کئی مسائل کھڑے کر دئے ہیں۔ آج بھی بڑی حد تک ان گوٹھوں میں روایتی ماہی گیری (آرٹیسنل فشنگ)کا طریقہ رائج ہے۔ یہ روایتی طریقہ اب ان ماہی گیرخاندانوں کو مکمل معاشی تحفظ دینے میں ناکام ہے۔ دوسری جانب ماحولیاتی اور موسمیاتی تبدیلیوں نے کراچی کے سمندر ی ساحل کو نہایت آلودہ کر دیا ہے جس کا براہِ راست اثر مچھلی کی پیداوار میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ چونکہ یہ ماہی گیر ملکی سمندری حدود (12 ناٹیکل میل)کے اندر ہی شکار کرنے کے پابند ہیں، اور کمرشل ماہی گیری کے برعکس گہرے پانیوں تک

رسائی نہیں رکھتے، اس لیے ان کو شکار کم یا کبھی کبھی بالکل بھی نہیں ملتا اور وہ خالی ہاتھ لوٹتے ہیں۔ اس صورتحال سے غربت میں اضافہ اور روایتی ماہی گیری کی سرگرمیوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔اس تحقیق کا بنیادی مقصد ماحولیاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل اور ان کے ماہی گیر خاندان پر اثرات کا جائزہ لینا ہے۔ کراچی شہر کی آبادی میں بے تحاشہ اضافہ، آبی آلودگی، شہر میں مختلف مافیاز کا بڑھتا ہوا کردار، موسمیاتی تغیر وغیرہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے روایتی ماہی گیری کی سرگرمیوں پر منفی اثرپڑا ہے۔ اس تحقیق میں کراچی کے تین ساحلی گوٹھوں کو منتخب کیا گیا ہے۔ ان میں ایک نہایت ہی قدیم آبادی ریڑھی گوٹھ، دوسرا منجھار گوٹھ اور تیسرا شہر سے قدرے فاصلے پر واقع مبارک ولیج شامل ہیں۔

تاریخی طور پر کراچی ماہی گیری کا ایک چھوٹا سا گاؤں سمجھا جاتا تھا لیکن اب پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی اور صنعتی مرکز بن چکا ہےاور ریوینیو کا تقریباً نصف حصہ کراچی سے ہی حاصل ہوتا ہے ۔ کراچی میں نسلی اور مذہبی اعتبار سے لوگ پورے ملک سے آ کر آباد ہوتے ہیں جو کہ تعداد میں17 ملین سے زیادہ ہیں۔ ایکسپریس ٹریبیون کی 2015کی ایک رپورٹ کے مطابق، روزگار کے زیادہ مواقع موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے شہروں اور دیہی علاقوں سے ہر تین سال بعدتقریبا دس لاکھ لوگ یہاں ہجرت کرتے ہیں۔ یو این (یو این) کے مطابق، ہجرت کے بڑھتے ہوئے تناسب میں وہ لوگ شامل ہیں جو گلیشیئرز کے پگھلنے کی وجہ سے آنے والے تباہ کن سیلابوں میں اضافے کی وجہ سے بے گھر ہوئے ہیں ،یا وہ لوگ جو گرم علاقوں میں بڑھتی ہوئی خشک سالی سے متاثر ہوئے ہیں۔ جرمن واچ ( ایک جرمن تھنک ٹینک)، نے اپنی عالمی موسمیاتی خطرات کی انڈیکس 2016کی رپورٹ کے مطابق پاکستان موسمیاتی تغیرات سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے 10 ممالک کی فہرست میں پانچویں نمبر پر ہے۔ پاکستان کے انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی کے ڈاکٹر عامر انعام کہتے ہیں، ''اس صورت حال سے ماحولیاتی نظام کے استحکام کو خطرہ لاحق ہے" (جافری، 2022)۔اقوام متحدہ کے مطابق اس سال 2022کی گرمی کی لہر نے خوراک کے عدم تحفظ کو مزید بڑھا یا، جوکہ امن اور استحکام کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ شدید درجہ حرارت نے فصلوں اور باغات کو نقصان پہنچایا ہے اور پورے پاکستان میں گندم کی پیداوار کو بھی نقصان پہنچا

ہے، جس سے بہت سے چھوٹے کسانوں کی روزی روٹی متاثر ہوئی ہے اور ملک کے کچھ حصوں میں سابقہ قابل کاشت زمین کوزراعت کےلیےناقابل استعمال بنادیاہے(صدیقی، 2022)۔

**موسمیاتی تبدیلی**

موسمیاتی تبدیلی ایک غیر واضح اور سائنسی طور پر ثابت شدہ حقیقت ہے۔ متعدد عوامل آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور موسمیاتی تبدیلی کے سلسلے نے اس رجحان کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کے اس ناقابل واپسی عمل کے ذمہ دار زیادہ تر عوامل کو بھی بشری فطرت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور پوری دنیا کو ایک بہت بڑا چیلنج درپیش ہے۔ مختلف اسٹیک ہولڈرز جیسے حکومتیں، سائنسدان، مفکرین اور پالیسی ساز موسمیاتی تبدیلی سے متعلق مسائل پر متضاد آراء رکھتے ہیں کیونکہ وہ اسے مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ آب و ہوا کی تبدیلی کے بارے میں آگاہی اور مکمل جانکاری اس کے آنے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے۔ مقالے کا استدلال ہے کہ پاکستان میں حکومت، ریاستی اداروں اور عام لوگوں میں موسمیاتی تبدیلی کے بارے میں ضروری آگاہی کا فقدان ہے، جو موافقت اور تخفیف کے عمل میں رکاوٹ ہے(خان، 2016)۔

**موسمیاتی تبدیلی کے نتائج**

موسمیاتی تبدیلی کے پہلے ہی زمین کے مختلف حصوں میں بہت واضح اثرات مرتب ہوچکے ہیں۔ گلیشیئرز کا سائز چھوٹا ہو گیا ہے، دریاؤں اور جھیلوں پر برف جلد ٹوٹ رہی ہے اور درخت تیزی سے پھول رہے ہیں۔ برف پگھل کر سمندروں میں شامل ہوجاتی ہے ، سطح سمندر میں اضافہ ہوتا ہے اور دنیا بھر میں گرمی کی زیادہ شدید لہر کا باعث بنتی ہے ۔ تیسری قومی

موسمیاتی تشخیص کی رپورٹ کے مطابق، موسمیاتی تبدیلی کے طویل مدتی اثرات درج ذیل ہیں:

**1**-موسمیاتی تبدیلی اس صدی کے دوران ہوتی رہے گی۔

**2**-دنیا بھر میں درجہ حرارت بڑھتا رہے گا۔

**3**- بڑھتے ہوئے موسم کی مدت طویل ہو جائے گی۔

**4**-بارش کے نمونوں میں واضح تبدیلی ہو گی۔

**5**-خشک سالی اور گرمی کی لہر بڑھے گی۔

6- زیادہ شدید سمندری طوفان ہوں گے۔

7-سطح سمندر میں 1-4فٹ اضافہ ہو گا۔

8- آرکٹک اوشن کی برف تیزی سے پگھلنے کا امکان ہے(یو ایس جی سی آر پی، 2014)۔

**موسمیاتی تبدیلی اور ابلاغ عامہ**

موسمیاتی تبدیلی کے باعث مختلف موسمیاتی مسائل جیسے گلوبل وارمنگ، پانی کی کمی اور پاکستان میں ڈیموں کی ضرورت، زراعت اور خوراک کے شعبےوغیرہ پر میڈیا کو بھرپور روشنی ڈالنی چاہئے تاکہ عوام میں شعور بیدار ہو سکے۔ باقی دنیا کی طرح پاکستان میں بھی ابلاغ عامہ معاشرے کااہم ترین حصہ بن چکاہے۔ آگہی دینے اور آگاہ کرنے کے علاوہ ماحولیاتی تبدیلیوں اور اس کی آفات جیسے اہم مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے آگاہی بھی میڈیا کا کلیدی کردار ہے۔ میڈیا ماحولیاتی اور موسمیاتی تبدیلی کی خبروں کی اہمیت کو جانتا ہے۔ خاص طور پر، موسمیاتی اور پالیسی سازوں کے بیانات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کی تجاویز کے بارے میں سائنس دانوں کی بات چیت اور موسمیاتی مسائل کے بارے میں عوام کی سمجھ پیدا کرنے کا موضوع گہری دلچسپی کا مظہر ہے (کرسٹیینز، 2010) ۔ قومی پریس،

علاقائی پریس اور چھوٹے اور مقامی زبان کے اخبارات سبھی اپنی پالیسی کے مطابق موسمیاتی تبدیلی اور قدرتی آفات کو کوریج دیتے ہیں۔ یہ کوریجز عوام کو ماحولیاتی اور موسمیاتی تبدیلی کے اثرات، انتباہات اور اس سے بچاؤ کے اقدامات کو جاننے میں مدد کرتی ہیں۔

**ابلاغ عامہ کا کردار**

پاکستان کیونکہ موسمیاتی تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک میں سے ایک ہےاور ان موسمیاتی تغیرات سے نمٹنے کی صلاحیت کم ہونے کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلی کے اثرات زیادہ تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران پاکستان کی سول سوسائٹیاور میڈیا ،ریاست کے متحرک اعضاء کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس تناظر میں ابلاغ عامہ مستقبل کے چیلنجزکے بارے میں عوام کو ماحولیاتی تبدیلی جیسے مسائل کی آگاہی دینے کے علاوہ موسمیاتی تبدیلی کےمسائل سے نمٹنے میں اہم کردار بھی ادا کر سکتاہے ۔ میڈیا دنیا کی بدلتی ہوئی صورت حال میں اہم کردار ادا کرتا ہےبدقسمتی سے ہمارا میڈیا عوام کو آگاہی دینے پر زیادہ توجہ نہیں دیتااس کے برعکس ہمارے میڈیا کی پوری توجہ اپنے پھیلاؤ اور ریٹنگ پر مرکوز ہوتی ہے۔ ہماری قوم کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے اگر انہیں موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات کے بارے میں آگاہی دی جائے اور اس مسئلے کے حل کے بارے میں بتایا جائے تو ہم یقینی طور پر احتیاتی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔صرف میڈیا (الیکٹرانک، سوشل، پرنٹ) ہی مختلف طریقوں سے عوام کو حساس بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔ جب بات پرنٹ میڈیا کی ہو تو مضامین شائع کیا جانے چاہیے۔اس سے لوگوں کوآگاہی اور حوصلہ ملے گا ۔اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لئے ڈرامے، مختصر فلمیں اور دستاویزی فلمیں بنائی جا سکتی ہیں تاکہ یہ سمجھایا جا سکے کہ ہمارے لیےاس زمن میں کام کرنا کتنا ضروری ہے ۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم وقت کی ضرورت کو سمجھیں۔یہ صرف ایک عالمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے انفرادی سطح پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں (ریاض، 2018)۔

**تحقیق کے مقاصد**

تحقیق کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

1- کراچی کے ساحلی گوٹھوں میں کون سی ماحولیاتی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟
2- ماحولیاتی تبدیلیوں سے ماہی گیر خاندانوں پر کیا کیا اثرات مرتب ہوئے؟
3- ماحولیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے ماہی گیر خاندانوں کا تصور کیا ہے؟

**تحقیق کا طریقہ کار**

یہ تحقیق کیفیتی طریقہ کار اور اکتشافی تحقیق پر مبنی ہے۔ 'اکتشافی تحقیق کی ضرورت اس قت ہوتی ہے جب کسی موضوع پر معلومات کم ہوں۔ اس کے لیے دور دراز کے سفر بھی کیے جاتے ہیں تا کہ تمام معلومات جمع کی جاسکیں'(زبیری، 2009) ۔تحقیق کی کائنات میں کراچی کے ریڑھی گوٹھ، منجھار گوٹھ اور مبارک ولیج شامل ہیں۔ یہاں مصاحباتی شیڈیول کا استعمال کیا گیا ہے۔ مصاحباتی شیڈیول میں تحقیق کار کو خود فیلڈ میں جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اُسے میدانی طریقہ بھی کہا جاتا **ہے** '(زبیری، 2009)**۔**

غیر امکانی نمونہ بندی کی ججمینٹل تکنیک کا استعمال کیا گیا ہے۔ نمونہ بندی کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ عمر رسیدہ افراد کی بھرپور نمائندگی ہو تا کہ ان سے انٹرویو میں گزشتہ سالوں کے حالات معلوم ہو سکیں۔لہذا مصاحباتی شیڈیول استعمال کرتے ہوئے سب سے پہلے سوالنامہ ترتیب دیا گیا۔ بالمثانہ ملاقات (انٹرویو) اور زبانی تاریخ پر توجہ دی گئی ہے۔ لوگوں کے بدلتے رویوں اور ان کی آراکو شامل کیا گیا ہے۔مقامی سماجی کارکنان اور عمر رسیدہ افراد سے انٹرویو کرنے کے بعد تینوں گوٹھوں کی رپورٹ مرتب کی گئی ہے۔ تحقیق میں ذاتی مشاہدہ بھی اہم ہے۔ سوالنامے کے ذریع وہاں پر موجود دیگر مسائل پر انٹرویو میں تفصیلی بات کی گئی ہے۔

**تحقیق کی آبادی**

تحقیق کی آبادی ماہی گیری خاندانوں کے رہائشی علاقوں پر مشتمل ہے جو کہ کراچی کے ساحل پر کئی نسلوں سے مقیم ہیں۔

[

]**نمونہ بندی**

اس تحقیق میں پہلوی نمونہ بندی کے حساب سے منتخب کیا گیا ہے۔ ریڑھی گوٹھ سے 15/ خاندان چُنے گئے ہیں جبکہ منجھار گوٹھ سے 25/ اور مبارک ولیج میں10/ خاندانوں سے انٹرویو لئےگئے گئے ہیں۔ کُل پچاس نمونہ حاصل کیے گئے ہیں۔

**فیلڈ ورک**

معطیات جمع کرنےکے لیے فیلڈ کا انتخاب کیا گیا اور مصاحباتی شیڈیول کے ضمنی قاعدے استعمال کیےگئے ہیں یعنی بالمشافہ انٹرویو (سماجی کارکنان، عمر رسیدہ افراد این جی اوز کے نمائندے) اور ذاتی مشاہدہ شامل ہیں۔ تینوں گوٹھوں کا دورہ کر کے وہاں کے خاندانوں سے معطیات جمع کئے گئےہیں۔ اس کے علاوہ تینوں آبادیوں کے لیے ترتیب دیئےگئے علیحدہ

سوالنامے وہاں کے نمائندوں سے انٹرویو کےلئے استعمال کئےگئے۔ پوری تحقیق میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ تحقیق کے آداب کی دانستہ یا نادانستہ روگردانی نہ ہو۔

**سوالنامہ**

مذکورہ تحقیق کے لیے دو علیحدہ مصاحباتی شیڈیول ترتیب دیے گئے ہیں ، ایک کمیونٹی کے لئے جبکہ دوسرا ماہی گیر خاندانوں کے لئے۔

**1. ایک کمیونٹی کے انٹرویوز**

کمیونٹی میں انٹرویو کرنے کے لئے جو سوالنامہ ترتیب دیا گیا ہے اس کا مقصد ماہی گیر خاندانوں کی آبادی کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا ہے۔ اس سوالنامے میں جو سوالات پوچھے گئے ہیں ان کا تعلق کُل آبادی، ماہی گیری سے وابستگی، نسلی گروہ، زبانیں وغیرہ اور ان کی مختلف ثقافت سے متعلق ہیں۔ مزید برآں علاقے کے طبعی خدوخال، موسم، موسمیاتی تبدیلیاں اور اُن کے نقصانات، قدرتی آفات اور اُن سے ہونے والے نقصانات، انسانی ماحول پر منفی اثرات، آبادی میں اضافہ اور اُس کے اثرات، دیگر گروہوں کے ماہی گیری میں بڑھنے والے اثرورسوخ کے نتیجے میں ہونے والی کشمکش،تجارتی ماہی گیری کے اثرات، بڑھتی ہوئی آلودگی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی پیچیدگیاں وغیرہ شامل ہیں۔

**2. ماہی گیر گھرانوں کا انٹرویوز**

دوسرا سوالنامہ ماہی گیر خاندانوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس سوالنامے میں ماہی گیر گھرانوں کی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ گھرانے کا سائز، مکان کی نوعیت، گھر میں موجود بنیادی سہولیات، موجودہ جگہ رہائش کا دورانیہ، ماحولیاتی تباہی کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیاں، موسمیاتی تغیرات کے سبب پیدا ہونے والے خطرات، خاندان کی معاشی حیثیت کا ماحولیاتی عوامل سے تعلق، ماہی گیر گھرانوں کا ماحولیاتی اور موسمیاتی مسائل کے اسباب کا تصور وغیرہشامل ہیں۔

**کائنات کا تعارف**

کراچی کے ساحل پر آباد تین گوٹھ منتخب کیے گئے۔ ان کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

**1. ریڑھی گوٹھ**

ریڑھی گوٹھ ساحلِ سندھ کا ایک قدیم گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی آبادی 50-45 ہزار کے درمیان ہے۔ روایتی طور پر یہ صدیوں سے ماہی گیروں کی آبادی پر مشتمل ہے۔ ریڑھی گوٹھ کا شمار سندھ کے ساحل پر آباد چند قدیم گوٹھوں میں ہوتا ہے۔ مقامی افراد کے مطابق یہ گوٹھ ڈھائی تین سو سال پرانا ہے۔ اس بات کی دلیل دیتے ہوئے مقامی سماجی کارکن نے بتایا کہ یہاں پر جو قبرستان ہے اس میں200 سال پرانی قبریں موجود ہیں۔ریڑھی گوٹھ کی تقریباً98 فیصد آبادی ماہی گیری کے پیشے سے منسلک ہے۔ یہاں پر رہنے والوں کی زبان سندھی ہے۔ زیادہ تر لوگوں کا تعلق دبلا، خاص خیلی، جٹ قبائل سے ہے۔ دبلا اور خاص خیلی افراد انڈس ڈیلٹا سے ہجرت کر کے اُس وقت یہاں آباد ہوئے جب دریائے سندھ پر1955میں کوٹری بیراج مکمل ہوا۔وقت گزرنے کے ساتھ ماہی گیر آبادیوں میں صدیوں سے رائج روایتیں بھی تبدیل ہوئی ہیں۔ آج کل مچھلی کے شکار کے لیے صرف مرد ہی جاتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خواتین کا شکار پر جانا ختم ہو گیا ہے۔ آج سے تقریباً 70-60 برس قبل خواتین بھی مردوں کے ساتھ مچھلی کے شکار پر جاتی تھیں۔ یہ لوگ جزیروں پر قیام کرتے تھے مثلاً کھائی، پٹیانی، کیٹی بندر، کھڈی وغیرہ پر تقریباً ہفتے سےپندرہ دن تک قیام ہوتا تھا۔ خواتین وہاں کھانا وغیرہ پکاتی اور مچھلیاں خشک کرتی تھیں۔ اب یہ روایت ختم ہوگئی ہے اور صرف مرد ہی سمندر

میں شکار پر جاتے ہیں۔گوٹھ کی خواتین زیادہ تر گھر میں رہ کر مچھلی / جھینگے صاف کرتی ہیں۔ کچھ خواتین پروسسنگ زون میں جاکر مچھلی صاف کرنے کی فیکٹری میںملازمت کرتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق گوٹھ کی400 سے زائد خواتین مچھلی/جھینگے صاف کرنے کی فیکٹری میں ملازم ہیں۔ریڑھی گوٹھ کی زمین ریتلی اور بنجر ہے۔ ساحل سے تھوڑے فاصلے پر چند کھیت نظر آتے ہیں تویہ مقامی افراد کی محنت ہے۔ لوگوں نے توری، بینگن، کدو جیسی سبزیاں محدود پیمانے پر لگائی ہیں جو کہ وہ گھر ہی میں استعمال کرتے ہیں۔

ریڑھی گوٹھ میں غربت کا راج ہے۔ گوٹھ والوں کی روزی کا دارومدار ماہی گیری پر ہے۔ روایتی طریقوں سے مچھلی پکڑنے کا رواج تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے۔ یہاں پر ماہی گیروں کے پاس چھوٹی کشتیاں ہیں جو محدود پیمانے پر ہی شکار کرسکتی ہیں۔ موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث گزشتہ دہائیوں میں مچھلی کے شکار میں واضح کمی آئی ہے۔

اس کے اثرات ان خاندانوں پر براہ راست ہوئے ہیں۔علاقے میں پینے کے پانی کے لیے واٹر بورڈ کی لائن اور ٹینکیاں موجود ہیں۔ علاقہ مکینوں کے مطابق تین بڑی ٹینکیاں ہیں جو ڈھائی لاکھ گیلن پانی زخیرہ کرتی ہیں۔ اس سے پورے گوٹھ کو پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔علاقہ مکینوں نے سب سے زیادہ جس مسئلے کی نشاندہی کی وہ آبی آلودگی ہے۔ کراچی شہر کا فضلہ اور فیکٹریوں سے نکلنے والا مادہ ان کے علاقے میں گندگی کا باعث بن رہا ہے۔ کسی زمانے میں یہاں تِمر کے جنگلات ہوا کرتے تھے مگر اب وہ بھی نہیں رہے اور آلودگی نے نیلے پانی کو سیاہ، چکنائی والے پانیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔آلودگی اور غربت دونوں نے مل کر علاقے میں کئی طرح کی بیماریوں کوبڑھا دیا ہے۔ سب سے زیادہ مچھر سے کاٹنے والی بیماریاں مثلاً ملیریا، ڈینگی، چکن گونیا وغیرہ لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہائی بلڈ پریشر، دل کے امراض، ہیپاٹائیٹس اے بی اور سی کے مریضوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

**2۔ منجھار گوٹھ**

منجھار گوٹھ، یوسی گابوپٹ نمبر ۷ کیماڑی ٹاؤں میں واقع ہے۔ اس گوٹھ کی آبادی تقریباً600افراد پر مشتمل ہے۔ منجھار گوٹھ میں رہنے والے تمام افراد ماہی گیری کے پیشے سے منسلک ہیں۔ علاقے میں آباد لوگوں کا تعلق میر بحر قبیلے سے ہے۔ علاقے کے بزرگوں کے مطابق یہ گوٹھ ڈیڑھ سو سال قبل قیامِ پاکستان سے پہلے آباد ہوا تھا۔ زیادہ تر افراد لیاری کے علاقے کھڈہ سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔ مقامی زبان سندھی ہے جبکہ علاقہ ساحلی وپہاڑی ہے۔ ریتیلی اور بنجر زمین کی وجہ سے نباتات کم ہی نظر آتے ہیں۔ علاقے میں کہیں کہیں کانٹے دار جھاڑیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ علاقہ مکینوں کے مطابق یہ جھاڑیاں بارش کے بعد اُگ آتی ہیں مگر اب بارش بھی کم ہو رہی ہے تو یہ خورد رو جھاڑیاں بھی کم ہی نظر آتی ہیں۔ یہاں پر کچھ صاحبِ حیثیت لوگوں نے پام کے درخت بھی لگائے ہوئے ہیں۔ سمندر میں ہواؤں کا رخ کافی تبدیل ہوا ہے۔ سمندری کٹاؤ بھی زیادہ ہو رہا ہے۔ گوٹھ کے صرف چند ہی گھرانوں کے پاس بکریاں موجود ہیں جن کو وہ خوراک خرید کر دیتے ہیں۔ صرف بارش کے دنوں میں سبزہ زیادہ ہوتا ہے تو گاؤں والے بکریوں کو پہاڑی پر چرانے لے جاتے ہیں۔ روایتی طور پر یہ وہ علاقہ ہے جہاں تمر کے جنگلات موجود نہیں ہیں۔ زمین ریتیلی اور بنجر ہونے کی وجہ سے نباتات کی پیداوارمشکل سے ہوتی ہے۔

موسمیاتی تبدیلی منجھار گوٹھ کے لوگوں کے روزگار پر براہِ راست اثرا نداز ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ علاقے کے سو فیصد لوگوں کا تعلق ماہی گیری سے ہی ہے تو اُن کے سمندر میں شکار پر جانے سے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایک ماہی گیر نے بتایا کہ (اپریل، 2016) سےسمندری ہوائیں تیز چلنا شروع ہوگئی ہیں۔ جن کی وجہ سے سمندری

کشتیوں کا جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ علاقے کے لوگ چھوٹی کشتیوں (چھوٹی ڈیزل سے چلنے والی لکڑی /فائبر کی بنی ہوئی ڈیزل سے چلنے والی) پر شکار کرنے جاتے ہیں۔ ان کے ڈوبنے اور الٹنے کا خطرہ تیز اور بے ترتیب ہوائیں چلنے سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی لیے ماہی گیر سمندر میں چھوٹی کشتی لے جانے سے گریز کرتے ہیں۔ اپریل کے مہینے میں ایسا موسم، ان ماہی گیروں کے مطابق، پہلی بار ہوا ہے ورنہ جون اور جولائی میں اس طرح کی ہوائیں چلتی تھیں۔زیادہ تر ماہی گیر شکار پر ایک ہی دن کے لیے جاتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا ملاح ہو جو ایک ہفتے کے لیے شکار پر جائے۔ خواتین مردوں کے ساتھ مدد کرواتی ہیں۔ شکار پر آنے کے بعد کشتی سے مچھلی اتارنے، اس کو صاف کرنے، نمک لگانے، سکھانے کے تمام کام خواتین کے سپرد ہیں۔ منجھار گوٹھ کی خواتین ماہی گیری کے پیشے میں بہت فعال کردار ادا کرتی ہیں۔کچھ خواتین نے بتایا کہ اب وہ مردوں کے ساتھ سمندر میں شکار کے لیے نہیں جاتی ہیں مگر ان سے پہلے جو خواتین وہاں موجود تھیں وہ گھر کے مردوں کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔ یہ ایک سماجی تبدیلی ہے جو ماہی گیروں میں وقت کے ساتھ آئی ہے۔علاقہ مکینوں کے مطابق موسم بدلنے سے ان کو سمندر سے شکار کم ملتا ہے۔ جس دن انہیں شکار کم ملتا ہے، اُس دن ان کے گھر میں مکمل راشن نہیں آتا اور اگر موسم کی وجہ سے چند دن شکار پر نہ جاسکیں تو ان کے گھر میں فاقے کی نوبت آجاتی ہے۔یہ آبادی غربت کی عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ علاقے میں نہ تو کوئی کلینک موجود ہے اور نہ ہی کوئی اسکول۔ یہاں کے بچے گوٹھ سے تقریباً سات کلو میٹر دور مبارک ولیج میں قائم اسکول جاتے ہیں اور طبی امداد کی ضرورت ہو تو ماری پور جانا پڑتا ہے۔ علاقے میں بجلی بھی نہیں ہے۔ چند مکانات میں گیس کے سلنڈر نظرآتے ہیں۔ زیادہ تر گھروں میں لکڑی پر کھانا پکایا جاتا ہے۔منجھار گوٹھ سے ساتھ ہی سنہرا بیچ بنایا گیا ہے۔ یہ ایک پکنک پوائنٹ بن گیا ہے جہاں کراچی کے کئی علاقوں سے لوگ سیروتفریح کے لیے آتے ہیں۔ واٹر اسپورٹس کی سہولیات سے لیس یہ جگہ شہر کے لوگوں کے لیے پُرکشش ہے۔ اس سنہرا پکنک پوانٹ پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ کو150 سال پرانا منجھار گوٹھ نظر آئے گا جو کہ زندگی کی بنیادی سہولیات سے ہی محروم ہے۔ یہ جگہ کراچی شہر میں بڑھتے ہوئے طبقاتی نظام کی حقیقت پسندانہ عکاسی کرتی ہے۔

**3۔ مبارک ولیج**

مبارک ولیج کراچی کی مغربی ساحلی پٹی پر کیماڑی ٹاؤن مینیوسی گابوپٹ نمبر ۱ایک میں واقع ہے۔ یہ گوٹھ ماہی گیروں کی آبادی ہے۔ مقامی رہنما کے مطابق مبارک ولیج کی آبادی5300 /افراد پر مشتمل ہے۔ اس گوٹھ کے تقریباً نوے فیصد گھرانے ماہی گیری کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ گوٹھ میں تقریباً تمام ہی بلوچ خاندان آباد ہیں اور بلوچی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ مبارک ولیج میں آباد خاندان1890 سے یہاں آباد ہیں۔ انیسویں صدی میں کئی گھرانے بلوچستان کے علاقوں کلمت اور ماڑہ اور گڈانی سے نقل مکانی کر کے اس جگہ آباد ہوئے تھے۔ آج ان کے ہی خاندان کے لوگ یہاں رہائش پذیر ہیں۔مبارک ولیج کا ساحل اس لحاظ سے کراچی کے دیگر ساحلی علاقوں سے منفرد ہے کہ یہاں تین اطراف میں پہاڑیاں ہیں اور چوتھی جانب سمندر ہے۔ماہی گیروں کے گھر پہاڑیوں اور ساحل دونوں پر موجود ہیں۔ علاقے میں زیادہ تر گھر کچے ہیں جبکہ کچھ مکان پختہ بھی نظر آتے ہیں۔ ماہی گیروں کے مطابق مبارک ولیج کے ساحلوں پر جھینگا نہیں ملتا۔ کئی دیگر اقسام کی مچھلیاں یہاں پر پائی جاتی ہیں۔ جھینگے نہ ہونے کی وجہ اس جگہ کا پتھریلا اور پہاڑی ہونا بتایا جاتا ہے۔ ریتیلی زمین اور پہاڑوں کی موجودگی میں تمر کے جنگلات نہیں ہیں۔ ساحل کے اس حصے میں تِمر موجود نہیں ہے۔ جس کے جنگلات میں جھینگا اور کیکڑے وغیرہ پرورش پاتے ہیں۔

مبارک ولیج میں خواتین شکار پر نہیں جاتیں وہ گھر پر رہ کر دیگر کام سر انجام دیتی ہیں۔ یہ صورتحال سندھ کی ساحلی پٹی پر آباد دیگر گوٹھوں سے مختلف ہے۔ جہاں عموماً خواتین ماہی گیری میں مردوں کا ہاتھ بٹا تی ہیں۔ اس بارے میں مقامی افراد کا کہنا تھا کہ خواتین کا سمندر میں شکار پر نہ جانے کی وجہ بلوچ روایت کے عین مطابق ہے۔ اس گوٹھ میں خواتین کا شکار پر جانا اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان بننے سے قبل جب ڈی فریزر کی سہولت نہیں تھی تو خواتین اس وقت ساحل پر مچھلی صاف کرنے میں بہت مصروف ہوتی تھیں۔ مگر اب وقت بدل گیا ہے اور ماہی گیراپنا شکار گھر پر لانے کے بجائے باہر فروخت کردیتے ہیں تو وہ کام جو خواتین کا تھا اب مبارک ولیج میں تقریباً ختم ہوگیا ہے۔علاقے میں صاف پانی کی کمی ہے دیگر سہولیات بھی ناکافی ہیں۔ علاقے میں بجلی گیس اور ٹیلی فون کے کنکشن نہیں ہیں۔ رابطے کے لیے موبائل فون استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایک این جی او نے اسکول اور کلینک بھی علاقے میں تعمیر کروایا ہے جس سے گوٹھ کے لوگوں کوکافی سہولت ہوگئی ہے۔

مبارک ولیج کے رہنما نے بتایا کہ ان کے گوٹھ میں بسنے والے لوگوں میں غربت بڑھی ہے۔ بڑے ٹرالرز کا سمندر میں موجود مچھلی کا بڑا حصہ شکار کر لینا چھوٹی کشتی رکھنے والے ماہی گیر کے لیے نقصان دہ ہے۔ ایک طرف تو کمرشل ماہی گیری نے ان کو شکار سے محروم کر دیا ہے تو دوسری جانب لینڈ مافیا نے ان کے علاقے پر نظریں گاڑھ دی ہیں۔ مبارک ولیج کے ایک منتخب رہنما بھی اسی سلسلے میں جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ گوٹھ کے مکین کسی بھی صورت اپنے ساحلوں کو کمرشل کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ صدیوں سے وہ اسی جگہ پر جس شعبے سے منسلک ہیں وہاں پر ان کو زبردستی محدود یا بے دخل نہیں کیاجاسکتا۔ دیگر مسائل کے بارے میں اہلِ علاقہ کا کہنا تھا کہ سمندری ہواؤں کا رخ تبدیل ہورہا ہے جس کی وجہ سے مارچ اپریل میں بھی گہرے سمندر میں جانے کی احتیاط کرنا پڑ رہی ہے۔ پھر گرمی کی شدت میں بھی گزشتہ کئی سالوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ گرمی کی وجہ سے علاقے میں کئی بیماریاں بڑھ گئی ہیں۔ ان میں سرِ فہرست ڈائریا، ٹائیفائیڈ اور مچھروں سے پھیلنے والا ڈینگی اور ملیریا شامل ہیں۔

**تحقیق کے نتائج**

تحقیق کا حصہ بننے والے پچاس گھرانوں کی معلومات مندرجہ ذیل ہیں؛

-1 انٹرویو میں شامل تمام جواب دہندہ کا مذہب اسلام ہے اور ان کے گھر کے کم از کم ایک یا زیادہ سے زیادہ تمام افراد ماہی گیری کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

-2 ریڑھی گوٹھ اور منجھا ر گوٹھ کے منتخب مکینوں (40) کی مادری زبان سندھی ہے جبکہ مبارک ولیج میں کیے جانے والے انٹرویو کے شرکاء (10) کی زبان بلوچی ہے۔

-3 36/گھرانے مشترکہ خاندان اور 14/اکائی خاندان پر مشتمل ہیں۔

-4 13/ جواب دہندہ کچے مکانات کے رہائشی ہیں جبکہ21/ گھرانے پکے مکانات میں رہتے ہیں۔ ماہی گیروں کی بڑی تعداد جھونپڑیوں میں رہائش پذیر ہے جو کہ52 گھرانوں پر مشتمل ہے۔

-5 تینوں آبادیوں کے آٹھ جواب دہندگان کا کہنا ہے کہ پیدائش کے وقت سے ان کا خاندان اسی گوٹھ میں آباد ہے۔ جبکہ 33 کا کہنا ہے کہ یہ خاندان موجودہ جگہ کئی نسلوں سے رہائش پذیر ہے-13/ افراد کے مطابق ان کے گھر والے پاکستان بننے کے بعد اس ساحل پر آباد ہوئے تھے۔

6- انٹرویومیں شریک گھرانوں میں کم از کم افراد کی تعداد دو (2)اور زیادہ سے زیادہ بارہ(12) ہے۔
7- اور تمام گھرانوں کا اوسط سائز سات ہے۔
8- کشتی کی ملکیت کے حوالے سے 91/ جواب دہندگان کے پاس کوئی ذاتی کشتی نہیں ہے اور وہ دوسروں کے پاس مزدوری کرتے ہیں۔
9- تیس ایسے گھرانے ہیں جن کے پاس کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ دو کشتیاں ملکیت ہیں۔جبکہ صرف ایک خاندان ایسا ہے جس کے پاس چار کشتیاں موجود ہیں۔

**تجزیہ (کیفیتی تشریح)**

کراچی کے ساحلی علاقوں میں ہونے والی ماحولیاتی تباہی نے نہ صرف قدرتی ماحول کو برباد کیا ہے بلکہ انسان بھی اس کے منفی اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔شہر کراچی مسائل کا مجموعہ ہے اور ساحلی علاقوں میں ہونے والی تبدیلیاں بھی بڑی حد تک معاشی، سیاسی اور سماجی عوامل سے جڑی ہوئی ہیں۔ شہر کی بے تحاشہ بڑھتی ہوئی آبادی، قدرتی وسائل کا تیزی سے ختم ہونا، وقتی معاشی فوائد کے لیے قدرتی ماحول میں کی جانے والی تبدیلیاں، موسمیاتی تعمیرات وہ چند اسباب ہیں جو کراچی کے ساحلوں اور ان پر آباد بستیوں پر منفی طور پر اثر انداز ہورہے ہیں۔موجودہ دور میں یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ قدرتی ماحول کی حفاظت کے لیے جو کمیونٹی اہم کردار ادا کرتی ہے وہ وہاں کے مقامی لوگ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے خاندانصدیوں سے اس سر زمین پرآباد ہوتے ہیں اور ان کے اجداد کی باقیات بھی اسی زمین کا حصہ ہوتی ہیں۔ یہ مقامی لوگ قدرتی ماحول کے تحفظ کو اپنی کمیونٹی کی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ ان کا رشتہ اسی جگہ کی زمینیا مٹی سے جڑا ہوتا ہے اور وہ قدرتی وسائل کو لوٹ کھسوٹ اور ان کے بے دریغ استعمال سے گریز کرتے ہیں۔

اس تحقیق میں کراچی کی تین آبادیاں شامل کی گئی ہیں جو ملک بننے سے قبل ہی آباد ہوئی تھیں اور ان سب کا ذریعہ معاش ایک ہی ہے وہ ہے روایتی ماہی گیری۔موحولیاتی تبدیلیوں اور ماہی گیروں کے تعلق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں پچاس ماہی گیر گھرانے شامل کیے گئے ہیں جن میں سے پندرہ ریڑھی گوٹھ، پچیس منجھار گوٹھ اور دس مبارک ولیج سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ تینوں آبادیاں روایتی ماہی گیری کے شعبے سے صدیوں سے منسلک ہیں گو کہ اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی اور سائنس نے اس شعبے کو بھی جدت بخشی ہے مگر تیسری دنیا کے پسماندہ ممالک کی کئی غریب بستیاں آج بھی روایتی ماہی گیری پر ہی انحصار کرتی ہیں۔ سندھ بلوچستان کے ساحلوں پر آباد ماہی گیر بھی اُن میں سے ایک ہیں۔یہاں وہ قبائل آباد ہیں جن کے اجداد صدیوں پہلے ساحل پر آکر بس گئے تھے۔ ریڑھی گوٹھ میں دبلا، جٹ، خاص خیلی، منجھار گوٹھ میں میر بحر اور مبارک ولیج میں بلوچ قوم کے لوگ آباد ہیں۔منجھار گوٹھ اور ریڑھی گوٹھ کے رہنے والوں کی مادری زبان سندھی ہے اور مبارک ولیج کے رہائشیوں کی مادری زبان بلوچی مگر وہ سندھی اور اردو پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔تینوں گوٹھوں میں رہنے والوں کی اکثریت ایسے خاندانوں پر مشتمل ہے جن کے آباؤ اجداد صدیوں پہلے کراچی کے ساحل پر آکر آباد ہوئے تھے۔ 37 گھرانوں کے مطابق ان کا خاندان علاقے میں کئی سو سال سے رہائش پذیر ہے۔13/ گھرانے ایسے ہیں جن کے آباؤ اجداد پاکستان بننے کے بعد اس جگہ آکر آباد ہوئے۔منجھار گوٹھ میں بڑی تعداد میں ماہی گیر150/ سال قبل آئے تھے۔ ان افراد کا تعلق میر بحر قبیلے سے تھا۔مبارک ولیج میں ایک بزرگ نے ماضی کریدتے ہوئے بتایا کہ مبارک ولیج میں آنے والے زیادہ تر لوگ بلوچستان کی ساحلی پٹی سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ زیادہ تر خاندان1890میں اور اس کے بعد

کلمت،، اور مارہ اور گڈانی سے آکر آباد ہوئے۔ 1945 میں اس جگہ کا نام مبارک ولیج رکھا گیا۔

تینوں گوٹھوں میں سب سے قدیم ریڑھی گوٹھ ہے۔ مقامی رہنما کے مطابق 250-200سال قبل اسی جگہ پر ان کے خاندان والوں نے سکونت اختیار کی تھی۔ علاقے میں جو قبریں ہیں وہ دو سو سال پرانی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ساحل اس وقت بھی آباد تھے۔ ریڑھی گوٹھ میں ماہی گیروں کی بہت بڑی تعداد1955 کے بعد آکر آباد ہوئی ہے۔ انڈس ڈیلٹا سے دبلا اور خاص خیلی افراد ساحل پر آکر بس گئے تھے۔ ریڑھی گوٹھ کے مقامی محمد نواز نے بتایا کہ ’یہ ساحل قدرتی وسائل سے مالا مال تھا۔ یہاں پر مچھلی کی بہتات تھی اور روزگار کے بہترین مواقع تھے۔‘ ایک عمر رسیدہ ماہی گیر نے مزید بتایا کہ علاقے میں روایت مشہور ہے کہ اس جگہ کو سات بھائیوں نے آکر آباد کیا تھا۔ اس ساحل کی شہرت بلوچستان سے سات بھائیوں موسانی، وریانی، قاسمانی وغیرہ کو یہاں کھینچ لائی۔ ساحل کا علاقہ کھاڑیوں کی ساخت اور قدرتی وسائل کی کثرت نے انہیں یہیں رہنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے اس جگہ کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ علاقے میں آج بھی ان بھائیوں کی نسلیں آباد ہیں۔ جن تین گوٹھوں میں یہ تحقیق کی گئی ہے ان کا شمار غریب اور متوسط طبقے کی آبادیوں میں ہوتا ہے۔ ماہی گیر خاندانوں سے جب پوچھا گیا کہ ان کی رائے میں وہ اپنے گھرانے کو کس طبقے کا حصہ سمجھتے ہیں تو / 13خاندانوں نے جواب دیا کہ وہ خود کو غریب سمجھتے ہیں۔ 9گھرانوں نے کہا کہ بہت غریب اور دس گھرانوں نے خود کو متوسط طبقے میں ظاہر کیا۔ انٹرویو میں شامل 12/ گھرانے پکے مکانات میں رہائش پذیر ہیں-13/ جواب دہندہ کے گھر کچے ہیں اور25 خاندان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ ان آبادیوں میں روزمرہ کی سہولیات زندگی بھی میسر نہیں ہیں۔ بہت سے گھرانےپینے کے صاف پانی، سیوریج سسٹم، بجلی، گیس جیسی سہولیات سے محروم ہیں-لیٹرین کی سہولت مبارک ولیج میں2 ریڑھی گوٹھ میں کسی کو نہیں اور منجھار گوٹھ میں دو گھرانوں کو میسر ہے۔ گیس نہ ہونے کی وجہ سے کھانا پکانے کے لیے لکڑیوں کا استعمال عام ہے۔ متوسط گھرانے گیس سلنڈر کا استعمال کرتے ہیں مگر غریب خاندان جلانے کے لیے لکڑی پر انحصار کرتے ہیں۔ جلانے کی لکڑی کا حصول بھی ایک مشقت طلب کام ہے۔ ماہی گیر گھرانوں میں خواتین زیادہ تر جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرتی ہیں گو کہ خواتین نے اب یہ کام ترک کر دیا ہے مگر پھر بھی ان کی بڑی تعداد لکڑیاں جمع کرنے اور کاٹنے پر مجبور ہے-ریڑھی گوٹھ میں12/ منجھار گوٹھ میں21/ اور مبارک ولیج میں چار گھرانے ایسے ہیں جن کی خواتین جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرتی ہیں یا ماضی میں کرتی رہی ہیں۔

اس تحقیق کے دوران یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے /سامنے آتی ہے کہ ماہی گیروں کے کلچر میں خواتین کا بھرپور کردار رہا ہے۔ یہاں کی خواتین اپنی بہادری اور دور اندیشی کی بنا پر مضبوط کردار رکھتی ہیں۔ کسی زمانے میں وہ بھی مردوں کے ساتھ ساتھ کشتیوں پر سمندر کا سینہ چیرتی شکار کے لیے جایا کرتی تھیں-مائی کلاچی کی بہادری کی داستانیں بھی اسی علاقے کی روایت کا حصہ ہیں۔ گزرتے وقت کے ساتھ یہ کلچر بھی اب ختم ہوگیا ہے تحقیق کے دوران بہت کم ایسی خواتین سے ملاقات ہوئی جو کہ شکار پر جایا کرتی تھیں اور یہ تمام خواتین عمر رسیدہ ہیں اور نوجوان یا جوان خواتین میں سے کسی نے بھی شکار میں حصہ نہیں لیا ہے۔

اس تبدیلی کے متعلق جب وہاں موجود افراد سے پوچھا گیا تو بہت دلچسپ حقائق سامنے آئے۔ ریڑھی گوٹھ میں ایسی خواتین زیادہ تعداد میں موجود تھیں جو کہ شکار پر جاتی تھیں۔ وہاں

موجود ایک عمر رسیدہ ماہی گیر خاتون نے گزشتہ چار دہائیوں میں پھیلنے والے سماجی اور مذہبی رجحانات کو اس روایت کے خاتمے کا سبب قرار دیا۔ وہ کہتی ہیں ’پہلے ہمارے باپ اور بھائی ہمیں ساتھ لے کر سمندر پر جاتے تھے ان کو برا نہیں لگتا تھا اب ہمارا بیٹا کہتا ہے کہ اماں تم اور بہن گھر میں بیٹھو۔ تم لوگ سمندر میں شکار پر جاوگی تو میری عزت خراب ہوگی۔‘ ان خاتون کے مطابقیہ باتیں ان کے بیٹے کو اس کے دوست احباب گھر کے باہر سکھاتے ہیں کہ عورتوں کا کام صرف گھر کے اندر محدود ہے۔ پہلے ایسا نہیں تھا سارا گھرانہ شکار پر جایا کرتا تھا۔ جزیروں پر ہفتہ دس دن قیام کرتے تھے۔ خواتین وہاں کھانا پکانے اور مچھلی سکھانے کی ذمہ داری سنبھالتی تھیں۔ یہی ان کی روایت تھی اور یہی روزی مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ جب اس علاقے میں دیگر قوموں نے بھی ماہی گیری کی سرگرمیاں شروع کیں تو ان کے خیالات اور رجحانات سے مقامی افراد کے بچے بھی متاثر ہوئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج روایتی ماہی گیری کی سرگرمیوں میں خواتین کا کردار کم ہوتے ہوتے تقریباً ختم ہوگیا ہے۔

مبارک ولیج میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ اس گوٹھ کی خواتین ماضی میں بھی مردوں کے ساتھ شکار پر نہیں جاتی تھیں وہ ساحل پر ماہی گیری کی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں۔ جب مرد شکار لے کر آتے تو مچھلیوں کو صاف کرنا، کاٹنا اور نمک لگا کر محفوظ کرنا ان کی ذمہ داری تھی۔ اب چونکہ فریزر اور برف کا استعمال ہوتا ہے تو ان کا یہ کام ختم ہوگیا ہے۔ ماہی گیرشکار لے کر اب براہِ راست اس کی نیلامی کر دیتے ہیں۔ماہی گیروں کی بستیوں میں جہاں کئی روایت بدل رہی ہیں وہیں خاندانی نظام میں بھی تبدیلی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ 36 گھرانے مشترکہ خاندان میں رہتے ہیں۔ ان خاندانوں کے سربراہ بزرگ ہیں۔ بڑوں کے فیصلوں کو ہی گھر میں مانا جاتا ہے۔ 14/ گھرانے علیحدہ ہو کر اکائی خاندان میں شامل ہیں۔ منجھار گوٹھ کی ایک خاتون نے شکوہ کیا کہ وقت کے ساتھ جہاں کئی چیزیں بدل رہی ہیں وہیں خاندان میں سب کے مل کے رہنے کا رواج بھی ختم ہوتا جارہا ہے۔ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے گھر والوں کو معاشی سہارا حاصل ہوتا ہے جبکہ اکائی کی صورت میں گھر کے سربراہ پر تمام معاشی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ماہی گیر گوٹھ غربت کی عکاسی کرتے ہیں۔ خود کو غریب کہنے والے خاندان بھی خطِ غربت سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے پاس دو وقت تو کیا ایک وقت کی خوراک بھی میسر نہیں ہے۔ منجھار گوٹھ میں ایک خاتون خانہ نے ملاقات میں بتایا کہ ان کی کشتی کا انجن ایک ہفتہ سے خراب ہے اور اسے ٹھیک کروانے کے لیے جتنی رقم چاہیے فی الوقت وہ ان کے پاس نہیں ہے اس لیے رقم کا بندوبست کرنے کے لیے خاتون کا شوہر مزدوری کرنے گیا ہے۔ ان کے گھر یہ حالت تھی کہ تین چھوٹے بچوں اور ان کی ماں نے دو دن پہلے آخری کھانا کھایا تھا۔ان چھوٹے ماہی گیروں کی حالت زار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر چند دن یہ شکار پر نہ جاسکینیا اُن کو شکار نہ مل پائے تو ان کے گھر میں فاقے ہونے لگتے ہیں۔

ان گوٹھوں میں تعلیم وصحت کی صورتحال بھی تشویشناک ہے۔ منجھار گوٹھ کے بہت کم بچے اسکول جاتے ہیں۔ گوٹھ میں کوئی اسکول موجود نہیں اور نزدیک ترین اسکول سات کلو میٹر دور مبارک ولیج میں قائم ہے۔ چند گھرانوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنے بچوں کو پرائمری میں داخل کرایا تھا مگر بعد میں ان کے معاشی حالات بگڑتے گئے تو وہ بچوں کا اسکول جاری نہ رکھ سکے۔روزانہ سات کلو میٹر دور جانا بھی ان کے بچوں کے لیے ممکن نہ ہوسکا اس لیے ان کی تعلیم ختم کرادی۔ تعلیم کے حوالے سے مبارک ولیج کی صورتحال منجھار گوٹھ سے

قدرے بہتر ہے۔ ایک غیر سرکاری تنظیم نے یہاں اسکول قائم کیا ہے۔ عمارت بھی پختہ ہے اور کلاسیں بھی روزانہ ہوتی ہیں۔ علاقے کے تمام ہی بچے اس اسکول میں جاتے ہیں۔

ریڑھی گوٹھ چونکہ ابراہیم حیدری سے نزدیک ہے۔ اسی لیےیہاں بھی چند گھرانوں کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ گو کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ بہت آگے تک نہیں چل پاتا ہے اور بہت سے طالب علم انٹر یا میٹرک کے بعد تعلیم ترک کر دیتے ہیں۔مبارک ولیج میں ایک خاندان ماسٹر صاحب کا بھی ہے۔ انہوں نے کئی سال تک پرائمری اسکول میں ملازمت کرنے کے بعد بچوں کو درس وتدریس کے پیشے کی تلقین کی۔ ان کے گھرانے کی خواتین بھی کم از کم انٹر اور گریجویٹ ہیں۔ ماسٹر صاحب کی بیٹیاں بھی اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ دیگر اہلِ علاقہ کا تعلیم سے خاص لگاؤ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ یہ ان کی مجبوری ہے کہ وہ بچوں کو اسکول بھیجنے کے بجائے مزدوری پر لگا دیتے ہیں۔ماہی گیر گھرانے ماحولیاتی تباہی سے بے حد پریشان ہیں۔ ان کی رائے میں یہ ایک قدیم اور ان کے پُرکھوں کا روایتی پیشہ رہا ہے مگر اب حالات کی وجہ سے اس سے منسلک رہنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ یہاںیہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تمام ماہی گیر خاندان ماحولیاتی اور موسمیاتی تبدیلیوں سے کسی نہ کسی حد تک آگاہی رکھتے ہیں۔ غربت، حکومتی عدم توجہ، ان کی آبادیوں کا محل وقوع وغیرہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کمزور سمجھنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔تحقیق کے دوران معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل عوامل سب سے زیادہ ان کے روزگار کو متاثر کر رہے ہیں۔آبی آلودگی، تِمر کے جنگلات کا خاتمہ، سمندر میں میٹھے پانی کا نہ جانا سیلاب/ طوفانی بارشیں، سمندری طوفان، درجہ حرارت میں اضافہ اور غیر مقامی افراد کا ماہی گیری کے پیشے اور ساحلی گوٹھوں میں غلبہ وغیرہ۔ 29گھرانے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ غیر مقامی افراد کے غلبے نے قدرتی اور سماجی ماحول میں بڑی حد تک منفی تبدیلیاں پیدا کی ہیں (یہاں غیر مقامی افراد سے مراد وہ ملکی وغیر ملکی افراد ہیں جو دیگر علاقوں سے آکر ساحل پر آباد ہوگئے ہیں)۔معروف سماجی تنظیم کے عہدیدار نے بتایا کہ سندھ کے ساحلوں پر آباد ماہی گیر صدیوں پرانی روایت کا پاس رکھے ہوئے ہیں۔گرمی کے موسم (مئی جون اور جولائی) میں شکار نہیں

کرتے ہینیہ مچھلیوں کی افزائش نسل کا وقت ہوتا ہے۔ دوسری اہم بات روایتی جال کا استعمال ہے۔ مقامی لوگ ایسا جال استعمال کرتے ہیں جو صرف بڑی مچھلی کو ہی پکڑتا ہے اور اس میں مچھلی کے بچے اور چھوٹی مچھلیاں نہیں آتی ہیں۔ اس کے برعکس غیرمقامی افراد بولو گجو جال کا استعمال کرتے ہیں جو کہ ہر طرح کی چھوٹی بڑی مچھلیوں کو پکڑ لیتا ہے۔ ’غیر مقامی افراد کا بولو گجو اور کٹر ا جال کا استعمال خاص کر کریک، اور تِمر کے جنگلات میں بہت تیزی سے آبی حیات کو ختم کر رہا ہے‘(انڈس ڈیلٹا ، 2015) ۔چھوٹی مچھلیوں کے پکڑے جانے سے سمندر میں ان کی تعداد تیزی سے کم ہورہی ہے۔ مقامی افراد کا طریقہ کارپائیدار ماہی گیریکے زمرے میں آتا ہے۔ جہاں وسائل کو صرف ضرورت کے تحت ہی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ دیگر طریقہ کار سمندری وسائل کا تیزی سے خاتمہ کر رہے ہیں۔ ریڑھی گوٹھ میں ایک گھرانے کے سربراہ نے بتایا کہ آج سے پچاس سال پہلے اس جگہ بہت زیادہ مچھلی ملتی تھی۔ اور جب بھی وہ شکار پر جاتے تھے بہت زیادہ مال لے کر آتے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ ان کے بچے اکثر شکار سے خالی ہاتھ واپس آتے ہیں۔ ”سمندر مچھلی سے خالی ہوگیا ہے۔ ہمارا روزگار ختم ہوگیا ہے۔“ یہ صرف ریڑھی گوٹھ کے مکینوں ہی نہیں بلکہ تمام ماہی گیرگھرانوں کی دہائی ہے جن کے لیے معاشی پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں۔

دوسرا بڑا مسئلہ جس نے ساحلوں اور سمندر کو تباہی کے دہانے پر دھکیل دیا ہے وہ آبی آلودگی کا ہے۔29 گھرانوں کے مطابق سمندر میں آلودگی نے نہ صرف ماحول بلکہ ان کے روزگار کو تباہ کر دیا ہے۔ مبارک ولیج کے قریب آبی آلودگی کا تناسب دیگر گوٹھوں کے مقابلے میں اب تک کم ہے۔ مگر منجھار گوٹھ اور ریڑھی گوٹھ میں آلودگی نے نہ صرف علاقے کو خطرے میں ڈال دیا ہے بلکہ سمندری حیات کو بھی تقریباً اس جگہ سے ختم کر دیا ہے۔ کراچی کا فضلہ، فیکٹریوں سے نکلنے والا زہریلا مادہ سمندر میں بغیر کسی ٹریٹمنٹ کے ڈال دیا جاتا ہے۔ اس سے سمندری حیات ختم ہورہی ہے۔ ریڑھی گوٹھ میں ایک عمر رسیدہ خاتون خانہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ پہلے ان کے علاقے کا پانی نیلگوں ہوتا تھا آج یہاں کا پانی ان کی قسمت کی طرح سیاہ ہوگیا ہے۔ 26 گھرانوں کی رائے میں درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے ان کی مشکلات بڑھی ہیں۔ گرمی بڑھنے سے کئی طرح کی بیماریاں پھیل گئی ہیں۔ مچھروں کی بہتات ہوگئی ہے اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ بچوں کو اسہال اور ٹائیفائیڈ کے امراض زیادہ ہونے لگے ہیں۔

درجہ حرارت میں اضافہ عالمی مسئلہ بن چکا ہے۔ اس سے سب سے زیادہ غریب آبادیاں متاثر ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے محدود معاشی وسائل ہیں جن پر انحصار کرتے ہوئے وہ موسم اور ماحول کی تبدیل ہوتی ہوئی صورتحال سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ اس وجہ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ 26جواب دہندہ کے مطابق گرمی کے بڑھنے سے ان کے مسائل میں اضافہ ہوا ہے۔مقافی افراد نے تِمر کے جنگلات کے خاتمے کو بھی بڑی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔16/ گھرانے سمجھتے ہیں کہ تِمر کے جنگلات ساحل پر آباد لوگوں کا اثاثہ ہیں۔ ان کے کاٹے جانے سے نہ صرف جھینگے، مچھلی اور دیگر آبی حیات کا بھی خاتمہ ہوا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ماہی گیروں کے لیے لکڑی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ختم ہوگیا ہے۔ ان جنگلات کو جھینگے، کیکڑوں اور دیگر آبی حیات کی نرسری کہا جاتا ہے۔ یہاں اُن کی افزائشِ نسل ہوتی ہے۔ تِمر کے کاٹے جانے سے سمندری حیات اس جگہ آکر انڈے نہیں دیتی ہیں۔ ’روایتی طور پر تمر کے جنگلات کے لکڑی جھونپڑیاں بنانے، جانوروں کے چارے اور جلانے کے کام آتی ہے۔ خصوصاً غریب افراد تو صرف ماریانہ اویسینیا ہی کی لکڑی استعمال کرکے جھونپڑیاں ڈالتے ہیں‘ (انڈس ڈیلٹا ، 2015)۔کراچی کے ساحل پر تِمر کے جنگلات کاٹے جانے کے بعد جھینگوں کی فراہمی میں بڑی حد تک کمی ہوگئی ہے۔اس بات کا اعتراف ریڑھی گوٹھ کے نمائندے نے کیا۔ نہ صرف جھینگے مچھلی میں کمی ہوئی ہے بلکہ علاقے سے کئی اقسام کے پرندے بھی کوچ کر گئے ہیں۔ کسی زمانے میں ان جنگلات پر فلمنگو، سی گل وغیرہ بسیرا کرتے تھے اب یہ رنگین پرندے نظر نہیں آتے اور علاقے میں صرف کوّے اور چیل باقی رہ گئے ہیں۔ ایک ماہی گیر خاتون نے تاسف سے کہا:

’اب تو صرف کالے کوّے اور چیلیں ہی کچرے کے ڈھیر پر بیٹھی نظر آتی ہیں۔‘

کراچی کے ساحل پر موجود تِمر کے جنگلات لینڈ مافیا کی سرگرمیوں کی وجہ سے تیزی سے ختم ہو رہے ہیں۔ مقامی افراد چونکہ اس کو اپنا اثاثہ سمجھتے ہیں اس لیے اس کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہیں ہچکچاتے ہیں۔ اسی اثاثے کو بچاتے ہوئے ماہی گیر اپنی جان گنوا چکے ہیں۔ ’پاکستان فشر فوک فورم نے تِمر کے جنگلات کو کاٹنے سے روکنے کے لیے لینڈ مافیا کے خلاف جس جدوجہد کا آغاز کیا اس کے نتیجے میں ان کے ککاپیریونٹ کے صدر حاجی ابوبکر اور جنرل سیکریٹری عبدالغنی میر بحر کو ۵ مئی۲۰۱۱ء میں حملہ کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ پولیس نے ایف آئی آر کاٹنے میں جب تامّل کیا تو ہزاروں ماہی گیروں نے احتجاج ریکارڈ کروایا اور مارے جانے والے ماہی گیروں کو شہیدِ تمر کا نام دیا گیا ‘ (پاکستان فشر فوک فورم، 2010-2011)۔ آج بھی مقامی افراد اپنے ساحل اور سمندر کو بچانے سے نہیں ہچکچاتے۔

پندرہ گھرانوں کی رائے میں سمندر میں میٹھے پانی کا نہ جانا بھی اچھی بات نہیں ہے۔ دریا اور بارش دونوں کا پانی سمندر میں جانا ضروری ہے۔ اس سے ساحل پر موجود جنگلات اور سمندری حیات پر اچھا اثر پڑتا ہے اور خاص کر دریا کا پانی تو ڈیلٹا کو بچانے کے لیے اشد ضروریہے اگر دریا کا پانی سمندر میں نہیں جائے گا تو سمندر کا پانی دریا میں آجائے گا اور اس سے ڈیلٹائی علاقے تباہ ہوجاتے ہیں جیسا کہ کھاروچھان اور ٹھٹھہ کے علاقے میں ہوا ہے۔سندھ میں سمندری کٹاؤ سب سے زیادہ ضلع بدین میں ہوا ہے۔ کراچی میں یہ درمیانے درجے کا ہے۔ سمندری کٹاؤ میں تیزی اُس وقت آتی ہے جب قدرتی آفات زلزلہ طوفان وغیرہ

آتے ہیں۔ انسانی لحاظ سے ساحل پر تعمیراتی کام بھی سمندری کٹاؤ میں اضافے کا سبب بنتے ہیں (ڈبلیو ڈبیلو ایف، 2014)۔گیارہ جواب دہندہ نے سمندری طوفان/ سائیکلون کو بڑی آفت قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں طوفان کے وقت جب سمندری ہواؤں کا سلسلہ بہت زور آور ہوجاتا ہے تو ایسے وقت میں ماہی گیر سمندر میں کشتی لے جانے سے ڈرتے ہیں۔اگر وہ تیز ہواؤں میں پھنس جائیں تو جان کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے اس لیے جس علاقے میں سمندری طوفان زیادہ ہوں وہاں ماہی گیروں کے لیے خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔چھ گھرانے تیز بارش کو نقصان دہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طوفانی بارشوں میں ان کی جھونپڑیاں تباہ ہوجاتی ہیں اور ان کو بنانے کے لیے اضافی رقم درکار ہوتی ہے جو کہ ان کے پاس نہیں ہوتی۔ ماہی گیروں کی معاشی حالت ایسی دگرگوں ہے کہ وہ کھانے کے لیے مشکل سے کما رہے ہیں۔ جھونپڑیوں کو بنانے کے لیے کہاں سے پیسے لے کر آئیں گے۔

ایک جواب دہندہ نے سمندر میں چلنے والے بڑے ٹرالر جو کہ کمرشل ہیں، ان کو روایتی ماہی گیری کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ مقامی ماہی گیروں کے پاس چھوٹی کشتیاں ہیں جو زیادہ دن سمندر میں نہیں رہ سکتیں، نہ ہی اُن کے پاس مچھلی کو محفوظ کرنے کا انتظام کشتی پر موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ملکی سمندری حدود میں رہتے ہوئے شکار کرتے ہیں اور پھر واپس لوٹ آتے ہیں۔ اس کے برعکس کمرشل ٹرالر نہ صرف ملکی حدود بلکہ گہرے سمندر میں بھی کئی دن تک رہتے ہیں ”ان کے پاس بڑے ڈیپ فریزر موجود ہیں جن میں مچھلیاں محفوظ رہتی ہیں۔ سمندر کی ساری مچھلی تو یہ بڑے ٹرالر پکڑ کر لے جاتے ہیں چھوٹے مچھیروں کے لیے بچتا ہی کیا ہے۔“

ماحولیاتی تباہی سے کس طرح ماہی گیروں کی سرگرمیاں متاثر ہوئی ہیں اس تعلق کے بارے میں تحقیق میں شامل بہت بڑی تعداد نے سمندر میں مچھلی کے خاتمے کا اعتراف کیا ہے۔ تحقیق میں شامل45 گھرانوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ان کے علاقے کے سمندر میں مچھلیاں بہت کم ہوگئی ہیں اور اس کی وجہ سے وہ خاندان جو اس روایتی پیشے سے منسلک ہیں ان کے روزگار پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور ان کی غربت میں اضافہ ہوا ہے۔25گھرانوں سمجھتے ہیں کہ روایتی ماہی گیری کے ختم ہونے میں ماحولیاتی عوامل زیادہ ہیں۔ لالچی انسان جس طرح سے قدرتی وسائل کی لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہیں اس سے روایتی ماہی گیری کا بھی بتدریج خاتمہ ہوتا نظر آرہا ہے۔ بہت سے افراد اب ماہی گیری کے متبادل دیگر روزگار کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ ان کی ترجیح محنت مزدوری، بڑے ٹرالر پر نوکری، فش ہاربر پر نوکری، وغیرہ ہوتی ہے۔

34 گھرانوں نے بتایا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی آبادی میں مردوں نے دیگر روزگار حاصل کرلیے ہیں۔ یہ کام ان کے لیے اب مشکل ہوگیا ہے اور حالات اجازت نہیں دے رہے ہیں کہ وہ مزید اس روایتی پیشے سے جڑے رہیں جن سے اُن کے آباؤ اجداد منسلک تھے۔ اپنے گھروں کی کفالت کے لیے مرد حضرات مجبور ہیں کہ وہ اس کام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا متبادل تلاش کریں۔13/ جواب دہندہ کی رائے میں روایتی ماہی گیری کی سرگرمیاں کم ہونے سے اثر نہ صرف مردوں پر پڑا ہے بلکہ عورتوں کا کردار بھی اس پیشے سے ختم ہوگیا ہے۔اگلے مرحلے میں جب ماہی گیر گھرانوں سےپوچھا گیا کہ گزرتے وقت کے ساتھ ان کے معاشی حالات بہتر ہوئے یا نہیں تو37 گھرانوں کا جواب تھا کہ اب ان کے حالات پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ خراب ہوگئے ہیں۔ مچھلی کے شکار میں کمی کے باعث ان کے

گھرانوں میں غربت بڑھی ہے۔ کئی گھرانے قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور ایسی صورتحال سے نکلنے کے لیے گھر کے کسی نہ کسی فرد کو متبادل روزگار ڈھونڈنا پڑ رہا ہے۔

آٹھ گھرانوں کی رائے میں اُن کی معاشی حالات میں کوئی واضح تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ چار دہائیوں پہلے بھی وہ جس طرح کی زندگی گزارتے تھے آج بھی اس کسمپرسی کی حالت میں ہیں۔ تحقیق میں شامل صرف پانچ گھرانے ایسے تھے جن کی معاشی حالت بہتر ہوئی ہے۔ یہ تمام وہ گھر ہیں جہاں کمانے والے ایک سے زائد افراد ہیں۔ ان کی معاشی حالت میں بہتری کا سبب متبادل روزگار ہے۔ گھر کے کچھ افراد شکار پر جانے کے بجائے دیگر کام کر رہے ہیں۔ گھر کے ایک یا دو افراد اگر شکار پر جاتے ہیں تو اُس گھر کا کوئی نہ کوئی فرد کسی دوسرے پیشے سے منسلک ہوگیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن گھرانوں میں کسی بھی فرد نے تعلیم حاصل کرلی (میٹرکیا انٹر)اُس نے اسکول میں تدریس، این جی او وغیرہ میں نوکری کر لی۔ اس کے علاوہ کچھ افراد نے دکانداری شروع کر دی جس سے اُن کے گھر کے حالات بہتر ہوگئے۔ ماہی گیروں سے جب پوچھا گیا کہ ان کی رائے میں ماحولیاتی تباہی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں کا سبب کیا ہے تو جواب دہندہ کی بڑی تعداد نے (15/ گھرانوں) نے قدرت اور انسانوں کو ماحولیاتی تباہی کا ذمہ دار قرار دے دیا۔۱۴/ گھرانوں کی رائے میں ماحول میں ہونے والے بگاڑ کا سبب صرف اور صرف انسان خود ہے۔ اس کی لالچ اور طاقت کا حصول اُسے قدرتی وسائل کو تباہ کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔آٹھ جواب دہندہ کے مطابق قدرت اس تباہی کی ذمہ دار ہے۔ چھ گھرانوں کو یقین ہے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہورہا ہے۔ انسانوں کو اب بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور اچھے عمل کرنے چاہیے۔ سات جواب دہندہ نے کہا کہ وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ ماحولیاتی تبدیلیاں کیوں اور کس کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔مزید جب ان افراد سے پوچھا گیا کہ انہیں ماحولیاتی تبدیلیاں کیسی محسوس ہوتی ہیں تو ۹۳ گھرانوں نے ماحولیاتی تباہی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں کو بدترین قرار دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ تبدیلیوں کی وجہ سے نہ صرف روزگار ختم ہوتا جارہا ہے بلکہ ان کی سماجیومعاشی حیثیت بھی کم ہوتی جارہی ہے۔ چودہ گھرانوں کے مطابق یہ بدتر تبدیلیاں ہیں اور وہ اس بارے میں بے بس ہیں۔ صرف پانچ گھرانے ایسے ہیں جن کی رائے میں یہ سب نہ اچھا ہے نہ برا بلکہ وہ سب اپنی قسمت کا لکھا بھگت رہے ہیں۔

**اختتامیہ**

کراچی کے ساحل پر آباد قدیم باشندے اپنے پیشے کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ کراچی کے ساحلی گوٹھوں میں ماحولیاتی تباہی کا نہایت ہی منفی اثر پڑا ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مقامی باشندے اپنے علاقے کے قدرتی وسائل کو اثاثہ سمجھتے ہیں اور ان کے بے دریغ وبے رحمانہ استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسری جانب غیر مقامی افراد قدرتی وسائل کا بے رحمانہ استعمال کرکے نہ صرف ماحول کو تباہ کرتے ہیں بلکہ مقامی باشندوں کے حق پر بھی قابض ہوجاتے ہیں۔ بے تحاشہ بڑھتی ہوئی آبادی، آبی آلودگی، غربت میں اضافہ، موسمیاتی تغیرات وغیرہ وہ عوامل ہیں جو کہ روایتی ماہی گیر کو بتدریج ختم کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ مائی کولاچی کے بچوں کے مسائل میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس طرف توجہ نہ دی گئی تو خطرہ ہے کہ بہت جلد یہ قدیم پیشہ اس شہر سے بالکل ہی ختم ہوجائے گا۔موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہونے والے چیلنجزلوگوں کے وجود کے لیے خطرہ ہیں جن سے بچنے کے لیے ریاستی سطح پر مربوط اور فوری ردعمل کی ضرورت ہے۔گزشتہ چند سالوں میں پاکستان موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ

سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔ سیلاب اورموسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے بڑھتا ہوا درجہ حرارت موسمیاتی تبدیلی کی تلخ حقیقت کو ظاہر کرتا ہےپاکستان دو دہائیوں میں سب سے زیادہ متاثرہ ہونے والےممالک میں سے ایک ہےاور اس کی وجہ کمزور ادارے اور شعور کی کمی ہے ۔ پاکستان کا میڈیا دنیا میں سب سے زیادہ متحرک اور آزاد میڈیا کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہےاور اپنے ناظرین، قارئین اور سامعین تک بڑے پیمانے پر رسائی حاصل کی ہےپاکستان کا میڈیا اگرچہ آزاد اور موثر ہے لیکن ابھی بھی اپنی سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اس کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کرنے کے لئے طویل راستہ طے کرنا باقی ہے۔ موسمیاتی تبدیلی اور اس جیسے مسائل پر بحث کرنے کے لیے تربیت یافتہ لوگوں کی اور حکومت کے تعاون کی ضرورت ہے۔

**حوالہ جات**


رستم جی، بہران اور سہراب، ایچ ۔جے۔ (2008)۔ "کراچی-1839-1947" کراچی ڈیورنگ بریٹش ایرا، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ص-21۔

عارف، حسن (2015)۔ "کراچی، دی لینڈ اشوز"، کراچی، پاکستان، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ، ص-1۔

فرحان، انور (2014)۔ "رورل کراچی: کیس اسٹڈی"، کراچی، پاکستان، شہری، ص-11۔

جافری، ربعیہ (2022)۔" امپیکٹ آف کلائیمٹ چینج آن کراچی مے بی ون آف پاکستانز بگسٹ تھریٹس"، کراچی انٹر پریس سروسز۔

صدیقی، جمائنہ (2022)۔ "امپیکٹ آف کلائمنٹ چینج آن کراچی، پاکستانز کلائمٹ چیلنجز پوز نیشنل سکیورٹی ایمرجنسی"، حول آف گورنمنٹ اپروچاز نیڈڈ بیفور کلائمٹ چینج ایکسیسربیٹس کونفلکٹ ان دی کنٹری، یو ایس اے، یونائیڈ اسٹیٹس انسٹیٹیوٹ آف پیس۔

خان، ڈاکٹر راجہ محمد اور خان، ثناء اللہ (2016)۔ "رول آف میڈیا ان ٹیکلیگ کلائمٹ چینج اشوز ۔ کیس اسٹڈی آف پاکستان"، مرگلہ پیپرز، حجم۔ 20(۱)، ص 199-184۔

یو ایس جی سی آر پی (2014)۔ "تھرڈ کلائمٹ اسسمنٹ رپورٹ"، یو ایس اے۔

کرسٹیینز، سی ۔ اور نورڈسٹرنگ، کے۔ (2010)۔ "سوشل رسپونسیبلیٹی ورلڈ وائڈ، جرنل آف ماس میڈیا ایتھکس"، حجم۔ (1)19، ص ۔ 3-28۔

ریاض، ڈاکٹر ثاقب (2018)۔ "رول آف میڈیا ان کلائمٹ سنسیڈائزیشن"، پاکستان جرنل آف سوشل سائنسز (پی جے ایس ایس)، حجم۔ 38(1)۔ ص 165-152۔

زبیری، نثار احمد (2009)۔ "تحقیق کے طریقے،دوسرا ایڈیشن"،کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ کراچی، ص 64۔

ایضاً، ص 561۔

انڈس ڈیلٹا (2005)۔ "این انوائیرمینٹل اسسمنٹ رپورٹ"، پاکستان فشر فوک فورم، کراچی، ص 67۔

ایضاً، ص 66-56۔

پاکستان فشر فوک فورم (2010-2011)۔ " اینول رپورٹ2010-2011"، ص 12-02۔

ڈبلیو ڈبیلو ایف (2014)۔ "کوسٹل ایروژن ان پاکستان: آ نیشنل اسسمنٹ رپورٹ"،ڈبلیو ڈبیلو ایف، پاکستان، ، ص 81-61۔